

مولانا شاہ الدین ندوی

دار الشریعہ، بنگلور۔ ۱۲۹ء

سورج کی موت اور قیامت

قرآن، حدیث اور سائنس کی نظر میں

(قسط نمبر ۳)

ستارے امن کے پیامبر

اس بحث سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں ایک ہمہ دان (سب کچھ جاننے والی) اور ایک زیر دست قوت والی ہستی ضرور موجود ہے جسکے اشاروں پر یہ کائنات وجود میں آئی ہے اور اسکے ایک شارے پر یہ فنا ہو جائے گی۔ چاند، سورج ستارے اور کہکشاں سب کے سب اسی کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: ان ربکم اللہ الذی خلق السماوات والارض فی ستة ايام ثم استوی علی العرش، یغشی الیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ احسن الخالقین (اعراف: ۵۴) ”تمہارا رب یقیناً اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن (چھ صد ارج) میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے جو اسکے پیچھے تیزی سے آجاتی ہے اور سورج چاند ستارے (سب کے سب) اسکے حکم کے تابع ہیں۔ جان لو کہ (تمام مخلوقات کو) پیدا کرنا اور ان پر حکم چلانا اسی کا کام ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہاں کا رب ہے“ وسخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذالک لایات لقوم یعقلون (نحل: ۱۲) ”اور اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے اور اسی کے حکم سے ستارے بھی زیر قابو ہیں۔ ان مظاہر میں سمجھنے والوں کیلئے (بہت سی) نشانیاں (دلائل ربوبیت) موجود ہیں۔“

اس لحاظ سے چاند ستارے اور تمام اجرام سماوی حکم الہی کے منتظر ہیں۔ جیسے ہی حکم ہو گا یہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ستارے آسمان کیلئے امن (کی

نشانی) ہیں جب وہ نیست و نابود ہو جائیں گے تو وقت موعود آجائے گا۔

النجوم امانة السماء فاذا اذهبت النجوم اتى السماء ماتوعدا۔ (۳۸)

کسوف و خسوف اور حکمت نبوی

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ کسوف و خسوف (سورج گرہن اور چاند گرہن) کے جو مناظر ہر سال ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں وہ ایک حیثیت سے ہمارے لئے ایک تنبیہ کا درجہ رکھتے ہیں کہ چاند اور سورج کی روشنی کچھ لمحوں یا کچھ گھنٹوں کیلئے ہماری نگاہوں سے جو غائب ہو جاتی ہے، وہ قیامت کی یاد دلانے کی غرض سے ہے تاکہ انسان غفلت کی نیند سے بیدار ہو اور اللہ کی طرف رجوع و انابت کا راستہ اختیار کرے۔ اسی بناء پر رسول برحق حضرت محمد ﷺ نے چاند اور سورج کو اللہ کی نشانیاں قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: ان الشمس والقمر لا ينكسفان لموت أحد من النساء ولكنهما ايتان من آيات الله فاذا رأيتما هما فاقوا فافصلوا۔ (۳۹) ”سورج اور چاند کو کسی شخص کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ لیکن یہ دونوں مظاہر اللہ کی نشانیاں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم انہیں (سورج گرہن اور چاند گرہن) دیکھو تو نماز پڑھو۔“ قدیم زمانے میں لوگوں کا یہ غلط عقیدہ تھا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی بڑے آدمی کی موت کے باعث واقع ہوتے ہیں۔ لہذا آپ نے اسکی تردید فرمائی۔ لیکن اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسوف و خسوف کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کا حکم کیوں دیا؟ تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پچھلے صفحات میں مذکورہ حقائق کے مطابق ہمارے سورج کسی بھی وقت اچانک ایک ”سرخ دیو“ بن کر پھٹ سکتا ہے۔ چنانچہ جارج گیمو کے بیان کے مطابق ”اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہماری کائنات میں اب تک چالیس ارب ستارے پھٹ چکے ہیں۔“ (۴۰)

لہذا ہو سکتا ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر اچانک اسکی موت اور وقوع قیامت کا اعلان کر دیا جائے۔ غالباً یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ”آخری وقت“ میں رجوع الی اللہ اور توبہ و استغفار کی غرض سے نماز اور دعا کی دعوت دی ہو، تاکہ اہل اسلام کا خاتمہ بالخیر ہو سکے۔

واضح رہے کہ اس موقع پر راقم سطور نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ بعض احادیث کی روشنی

میں ایک قوی امکان نظر آتا ہے۔ چنانچہ بخاری کی ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جب سورج گرہن واقع ہوا تو آپ فوراً نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ آپ اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور یہ کیفیت اسی بنا پر تھی کہ آپ پر شاید گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی اور پھر آپ نے ہمارے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی، یہاں تک کہ سورج گرہن زائل ہو گیا پھر آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے گمنا تے نہیں۔ جب تم انہیں دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائے۔ چنانچہ یہ حدیث بخاری میں حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے، جسکے اصل الفاظ یہ ہیں: قال کنا عند رسول اللہ ﷺ فانکشف الشمس، فقام النبی ﷺ یجردداء حتی دخل المسجد فدخلنا فصلی بنا رکعتی، حتی انجلت الشمس۔ فقال النبی ﷺ ان الشمس والمقر لا ینکسفان لموت احد فاذا را ایتمو هما فصلوا وادعوا حتی ینکشف ما بکم۔ (۴۱)

بخاری ہی کی ایک اور حدیث کے مطابق مخبر صادق حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اس مظہر قدرت کو دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو، تکبیر کو، نماز پڑھو اور صدقہ کر دو پھر فرمایا کہ اے امت محمد! تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اللہ سے زیادہ غیرت مند ہو جب کہ اس کا کوئی ہمد یا اسکی کوئی ہمدی زنا کرے۔ اے امت محمد! اللہ کی قسم اگر تم میں وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ رو دو گے۔ (۴۲)

ما یک اور حدیث کے مطابق مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہمدوں کو ڈرانے کی غرض سے کسوف و خسوف کو وقوع میں لاتا ہے۔ ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ، لا ینکسفان لموت احد ولكن الله تعالى یخوف بهما عباده (۴۳)

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ یہ دونوں مظاہر اللہ کی آیتوں (نشانات ربوبیت) میں سے ہیں جو کسی کی موت یا حیات کے باعث گمنا تے نہیں۔ لہذا جب تم ان مظاہر کو دیکھو تو گھبراہٹ کے ساتھ نماز کیلئے دوڑ پڑو۔ قال: هما آیتان من آیات اللہ لا یخسفان لموت احد ولا لحياته فاذا را ایتمو هما فافزعوا الي الصلاة۔ (۴۴)

واضح رہے اس موقع پر لفظ 'فزع' لایا گیا ہے جسکے اصل معنی خوف کے ہیں اس موقع پر اس سے مراد یہ ہے کہ تم ایسے وقت نماز میں پناہ لو اور اللہ سے دعا مانگو تاکہ یہ حادثہ (خیر و خوں) ٹل جائے۔ (فا فزعوا الى الصلاة) أى الجاوا إليها واستعينوا بها على دفع الامر الحادث۔ (۴۵)

ان تمام احادیث سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کسوف و خسوف میں کوئی بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور یہ مظاہر وقوع قیامت کی واضح علامتوں میں سے ہیں۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ قیامت ایسے ہی مواقع پر واقع ہو جائے اور یہ بات اس لحاظ سے بھی بہت ممکن نظر آتی ہے کہ جب چاند سورج اور زمین تینوں ایک لائن میں آجائیں تو اس وقت سورج اچانک ایک "سرخ دیو" (۴۶) بن کر دھماکے کیساتھ پھٹ جائے۔ جسکے نتیجے میں وہ "سفید یونا" (۴۷) بن کر ٹھنڈا پڑ جائیگا۔ اس طرح غالباً اس کی قوت "جذب و کشش" ختم ہو جائے گی اور پھر یہ تینوں اجرام آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے مواقع پر ہمارے نظام شمسی کے دیگر سیارے بھی ایک ہی لائن میں ہوں (جیسا کہ بعض مواقع پر ہوتا ہے) اور سب کے سب یکبارگی ٹکرا کر فنا ہو جائیں۔ اس قسم کے امکانات کو سمجھنا جدید فلکیاتی نظریات کی رو سے بہت آسان ہو گیا ہے۔ لہذا قرآن اور حدیث کے حقائق تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں کھل کھل کر سامنے آرہے ہیں جو ہمارے ایمان میں اضافے کا باعث ہیں۔ اسی لئے ارشاد باری ہے کہ قرآن عظیم نہ صرف "ہر چیز کی وضاحت کرنا والا" اور اہل ایمان کو خوشخبری سنانے والا ہے بلکہ وہ ان کے قدموں کو جانے والا بھی ہے تاکہ دنیوی افکار و حوادث ان کے پائے ثبات کو لرزانہ سکیں۔

ونزلنا عليك الكتاب تبينا لكل شئى وهدى ورحمة و بشرى للمسلمين۔
 "ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔" (نحل: ۸۹)

قل نزلہ روح القدس من ربك بالحق لیثبت الذین امنوا وهدی وبشری للمسلمین
 "کہہ دو کہ اس کلام کو روح القدس نے تیرے رب کی جانب سے حقانیت کیساتھ اتارا ہے تاکہ وہ

ایمان والوں کے قدموں کو جمادے۔ اور وہ اہل اسلام کیلئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ (نحل: ۱۰۲)

کائنات کی منصوبہ بندی

اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ یہ پوری کائنات ایک منصوبہ بند عمل ہے نہ کہ کوئی اللہ ٹپ وجود۔ اور اس کائنات کی کوئی بھی چیز اس حقیقت عظمیٰ کی تکذیب کرنے والی موجود نہیں ہے۔ بلکہ اس جہاں کے تمام مظاہر اسی کی شہادت دے رہے ہیں اور سب کا ایک ہی ”راگ“ ہے کہ یہاں کی ہر چیز آئی جانی ہے اور چاند ستارے بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک ہمہ گیر ”قانون قدرت“ ہے۔ چنانچہ اس خدائی حکمت اور منصوبہ بندی کا اظہار حسب ذیل آیات میں کیا گیا ہے۔ وخلق کل شئی بقدرہ تقدیرا : ”اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا ایک اندازہ (منصوبہ) مقرر کیا (فرقان: ۲) انا کل شئی خلقنا بقدر وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر“ ہم نے ہر چیز یقیناً ایک اندازے (منصوبے) کیساتھ پیدا کی ہے۔ اور (کسی چیز کے وقوع کے بارے میں) ہمارا حکم بس ایک بات ہے (کہ ہو جا، اور وہ چیز ہو جاتی ہے) جیسا کہ پلک کا جھپکنا۔ (قمر: ۴۹-۵۰)

چنانچہ اس کائنات میں تمام واقعات اسی خدائی پلان اور منصوبہ بندی کے تحت رونما ہو رہے ہیں۔ اسلئے فرمان خداوندی ہے کہ ہم نے یہ کائنات کھیل کود میں یا اللہ ٹپ پیدا نہیں کی۔

وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعین ”اور ہم نے زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان مظاہر کو کھیل کود میں پیدا نہیں کیا۔“ (انبیاء: ۱۶)

بہر حال اس خدائی منصوبہ بندی کے تمام ”اصول و ضوابط“ قرآن اور نظام کائنات کی تطبیق کے ذریعہ دو او دو چار کی طرح بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ جیسا کہ حسب ذیل آیت کریمہ اس خدائی ضابطے کا اعلان کر رہی ہے :

اللہ الذی انزل الكتاب بالحق والمیزان وما یدریک لعل الساعة قریب : اللہ وہی ہے جس نے کتاب اور میزان دونوں حقانیت (مطابقت) کے ساتھ اتارا ہے۔ اور تجھے کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب ہی ہو۔ (شوری: ۱۷)

اس موقع پر میزان سے مراد یہ پوری کائنات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کائنات کی ہر چیز اپنے نفیس ترین طبعی ضوابط کی رو سے ”میزان“ کا ایک نمونہ ہے۔ یعنی اس جہاں رنگ و بو کی ہر چیز بالکل نپے تلے انداز میں رواں دواں ہے اور انکے اصولوں میں کسی قسم کی کمی پیشی نہیں ہو رہی ہیں چاہے وہ ایک ننھا سا ایٹم ہو یا ایک مکمل نظام شمسی۔ تمام حیوانات و نباتات اور جمادات و سموات سب کے سب طبعی ضوابط کے پابند ہیں اور پھر یہ تمام ”جزائے کائنات“ مل کر ایک عظیم اور منظم عمل کی نشاندہی کر رہے ہیں جس کی تعمیر کے لئے ”میزان“ سے بہتر لفظ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس نقطہ نظر سے مظاہر کائنات کی مفصل شرح و تفسیر کی جائے تو اسکے لئے دفاتروں کے دفتر بھی ناکافی ہونگے۔ میزان کے اس مفہوم کی تائید حسب ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے جن کے مطابق خلاق عالم نیز مین سے لے کر آسمان تک تمام مظاہر فطرت کو ایک ”میزانی ضابطے کا پابند بنا رکھا ہے۔

الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر يسجدان۔ والسماء رفعها ووضع الميزان۔ الاتطفوا فى الميزان۔ (رحمان: ۵-۸) ”سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں۔ نجم و شجر سر بسجود ہیں۔ (چنانچہ) اللہ نے آسمان کو لو نچا اٹھایا اور (زمین سے آسمان تک) میزان رکھ دی۔ (پھر تمام مظاہر کائنات کو حکم دیا کہ) تم اس میزان سے تجاوز نہ کرو۔

میزان کیا ہے؟

ان آیات کریمہ میں تین بنیادی حقائق بیان کئے گئے ہیں :

- ۱۔ تمام مظاہر کائنات قانون الہی کے پابند ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کی تعبیر کیلئے آفتاب و ماہتاب کے ایک حساب سے چلنے اور نجم و شجر کی طبعی اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے۔ مفسرین نے لفظ ”نجم“ کے دو معنی بیان کئے ہیں : ایک بغیر تے والی میل اور دوسرے آسمانی ستارہ۔ (۴۸) غرض اس موقع پر بعض آسمانی اور بعض زمینی مظاہر کا تذکرہ کر کے گویا کہ یہ اشارہ کر دیا کہ زمین سے آسمان تک تمام مظاہر اسی طرح ایک مقررہ قانون کی پابندی کرتے ہوئے گویا کہ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یعنی طبعی اعتبار سے اسکی اطاعت و فرمانبرداری کر رہے ہیں، اسکے حکم عدولی نہیں کر سکتے۔ اس موقع پر درختوں کو سجدہ کرنے کا مفہوم کیا ہے؟ تو اسکی تاویل دو طرح

سے کی گئی ہے: (الف) یہ سجدہ انقیادی اعتبار سے ہے) وسجودہما انقیادہما للہ فیما خلقالہ (۴۹) (ب) درختوں کے سامنے صبح شام سجدہ ریز رہتے ہیں۔ (واما یسجدان فانہ عنی بہ سجود ظلہما) (۵۰)۔

اس موقع پر علامہ ابن جریرؒ نے اپنے اس قول کی تائید میں حسب ذیل آیت پیش کی ہے وللہ یسجد من فی السماوات والارض طوعا و کرہا وظلالہم بالغدو والاصال۔ (رعد ۱۵) ”زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے وہ چارونچار اللہ ہی کیلئے سجدہ ریز ہے اور صبح وشام انکے سائے بھی (سربسجود ہیں)“

اسی طرح حسب ذیل آیت کریمہ اس حقیقت پر دلیل ناطق ہے کہ تمام موجودات عالم اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یعنی طبعی ضوابط کی رو سے اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السماوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس (حج: ۱۸) ”اے مخاطب! کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ ہی کو سجدہ کر رہا ہے۔ اور سورج چاند ستارے پہاڑ درخت چوپائے اور بہت سے لوگ بھی (اس کو سجدہ کر رہے ہیں؟)“

اس اعتبار سے اس کائنات کی کوئی بھی شے خدائی حدود و ضوابط سے آزاد نہیں ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ بلکہ سب کے سب ایک ہمہ گیر قانون اور نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔

واضح رہے لفظ ”سجود“ کے اصل معنی لغت کی رو سے خود سپردگی اور اطاعت کے ہیں۔

(اصل السجود الاستسلام والانقياد للہ عزوجل) (۵۱)۔

۲۔ خالق کائنات نے آسمان کو لو نچا کر کے ایک ”میزان“ رکھ دی ہے۔ یعنی زمین سے آسمان تک ایک میزانی نظام قائم کر دیا ہے۔ چنانچہ جمادات کا ایک نظام ہے، نباتات و حیوانات کا اپنا ایک الگ نظام ہے اور سماوات یا اجرام سماوی کا ایک منفرد نظام ہے اس طرح سب کے سب اپنے اپنے نظاموں کی پابندی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان نظاموں کے تفصیلی مطالعے کیلئے کئی ضخیم جلدیں موجود ہیں۔

نہایت درجہ ناقص ہے اگرچہ اس نے طبعی و حیاتیاتی علوم میں بے انتہا ترقی کر لی ہے۔ اور ایک ننھے سے ایٹم کا سینہ تک چہر کر اسرار و معارف کی ایک دنیا دریافت کر لی ہے۔ غرض ارض و سما، آفتاب و ماہتاب، دریا و پہاڑ، حجر و شجر، مرغ و ماہی اور حیوان و انسان سب کے سب ایک متعین و محکم نظام اور قانون ربوبیت میں بندھے ہوئے ہیں۔

میزان سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے تین اقوال ہیں (الف) زیادہ تر لوگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد ”عدل“ ہے۔ (ب) اس سے مراد ترازو ہے (یعنی تولنے والی شے)۔ (ج) اس سے مراد قرآن ہے۔ (۵۲)۔

راقم سطور نے اوپر جو تشریح کی ہے وہ پہلے قول کے مطابق ہے، یعنی تمام موجودات عالم اپنے طبعی نظاموں کے ذریعہ ”عدل نظاموں کے ذریعہ“ ”عدل“ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مگر میں نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہ وسیع تر معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جب کہ قدیم مفسرین کا مفہوم دھرا محدود ہے۔ چنانچہ قدیم مفسرین میں سے حضرت مجاہدؒ اور حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں عدل قائم کر کے اس پر چلنے کا حکم دیا ہے۔ اٰی وضع فی الارض العدل الذی أمر بہ (۵۳)۔

اور علامہ بیضاویؒ نے اس مفہوم کی تشریح اس طرح کی ہے کہ میزان سے مراد ’عدل‘ ہے جس کو اس نے ہر ذی استعداد اور ہر حق دار کو اس کا حق بافراط عطا کیا جسکے باعث اس عالم کا معاملہ منظم اور درست ہو گیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”عدل ہی کے ذریعہ ارض و سماوات قائم ہیں۔“ (ووضع المیزان) العدل، بان وفر علی کل مستعد مستحقہ وفی کل ذی حق حقہ حتی انتظم أمر العالم واستقام، کما قال علیہ السلام ”بالعدل قامت السماوات و الارض (۵۴)۔

رسول اکرم ﷺ کی یہ تشریح مفہوم پر دلالت کر رہی ہے اور اس میں زمین و آسمان میں موجود تمام مظاہر آسکتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے یہ قرآنی لفظ میزان کی صحیح تفسیر ہے۔

۳۔ اور اس سلسلے میں تیسری حقیقت یہ ہے کہ تمام مظاہر فطرت کو حکم دیا گیا ہے کہ کوئی بھی

اس میزان سے تجاوز نہ کرے۔ یعنی خلاق عالم نے جس چیز کیلئے جو ضابطہ مقرر کر دیا ہے اس سے وہ تجاوز نہ کرے۔ چنانچہ زجاج سے منقول ہے کہ یہاں پر ”الانتفعوا“ کی معنی ”لاتجاوز العدل“ کے ہیں۔ (۵۵)۔ یعنی عدل الہی سے آگے نہ بڑھو۔ اور علامہ لنن کثیرؒ نے (الانتفعوا فی المیزان) کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارض و سموات کو حقانیت اور عدل کیسا مٹھ پیدا کیا ہے، تاکہ تمام اشیاء حقانیت اور عدل کیساتھ قائم رہیں۔ اے خلق السموات والارض بالحق والعدل لتکون الاشیاء کلھا بالحق والعدل (۵۶)۔

چنانچہ آپ اس عالم رنگ و بو کی کسی بھی چیز کا طبعی (فزیکل) کیمیائی (کیمیکل)، حیاتیاتی (بیاولوجیکل)، عضویاتی (آرگینیکل) تشریحی (اناٹومیکل) اور فعلیاتی (فزیاولوجیکل) وغیرہ کسی بھی نقطہ نظر سے جائزہ لیجئے ہر چیز ایک نظام اور قانون کی پابند نظر آئیگی۔ جس سے وہ تجاوز نہیں کر رہی ہے۔ بالفاظ دیگر اشیائے عالم میں باقاعدگی، انتشار یا لا قانونیت نہیں ہے۔ مظاہر کائنات کے یہ نفیس ترین اور بے داغ قواعد و ضوابط ایک زبردست قوت والی اور کرشمہ ساز ہستی کے وجود کی خبر دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے باضابطہ اور حکیمانہ قوانین ایک ضابطہ ساز ہستی کے وجود کے بغیر خود خود یا آپ سے آپ ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اس اعتبار سے وجود باری کا عقیدہ کسی تاریک دور کی بات یا کوئی خرافاتی چیز نہیں بلکہ علمی اور سائنٹفک نقطہ نظر سے ایک روشن ترین حقیقت ہے۔ اور اس حقیقت عظمیٰ کا انکار ایک غیر سائنٹفک بات بلکہ ”تاریک خیالی“ کی علامت ہے۔

طبعی و شرعی میزان

اوپر جو کچھ کما گیا وہ طبعیاتی نقطہ نظر سے ان آیات کریمہ کی شرح و تفسیر تھی۔ پھر اسکے بعد والی آیت میں انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان ”اور تم وزن کو انصاف کیساتھ قائم کرو، اور میزان میں کمی و بیشی نہ کرو“ (رحمن: ۹)۔ ان آیات کا حاصل یہ ہے چونکہ پوری کائنات نقاض فطرت کے بنائے ہوئے ضابطوں کے مطابق چل رہی ہے اس لئے نوع انسانی کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے اس رب مہربان کے شرعی و اخلاقی ضوابط کو قبول کر کے مظاہر کائنات کی ہمساز و ہمساز بن جائے اور انکے نم میں اپنا نم ملا

کر بارگاہ الہی میں سر بسجود ہو جائے۔ تاکہ پوری کائنات میں طبعی و شرعی دونوں لحاظ سے یکسانیت پیدا ہو جائے۔ اسکے نتیجے میں طبعی و شرعی دونوں ”میزانیں“ مل کر ایک عظیم الشان میزان بن جائیگی۔ چنانچہ انبیائے کرام کی سیرتیں ”شرعی میزان“ کا مکمل نمونہ ہوتی ہیں اسلئے انکی سیرتوں کو ایک آئینہ دل قرار دے کر انکی اتباع کرنے کی تاکید اس طرح کی گئی ہے: لَقَدْ ارسلنا بالبینات و انزلنا معهم الکتاب و المیزان ليقوم الناس بالقسط ”ہم نے اپنے سولوں کو یقیناً کھلی نشانیں کیساتھ بھیجا ہے اور انکے ساتھ کتاب اور میزان اتار دی ہے، تاکہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں۔“ (حدید: ۲۵)

بہر حال سورہ رحمان کی مذکورہ بالا آیات کے بعد پوری سورت میں نوع انسانی کو ”دعوت ربوبیت“ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احسانات بتائے گئے ہیں جو ہمیں ہوئے انسانوں کو راہ راست پر لانے کا ایک عقلی اور پیار بھر ا طریقہ ہے۔ اور اس میں آخرت میں دئے جانے والے انعامات کا تذکرہ بھی ہے۔ اس اعتبار سے اسمیں ”ترغیب“ کا پہلو غالب ہے۔

میزان صغریٰ و میزان کبریٰ

حاصل بحث یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں دو قسم کی میزانیں نازل کی ہیں: ایک میزان کبریٰ اور دوسری میزان صغریٰ۔ اور ان دونوں میں مطابقت پیدا کرنے کی غرض سے نوع انسانی کو دعوت دی ہے کہ وہ میزان صغریٰ (انبیائے کرام کی سنت) کی پیروی کرتے ہوئے میزان کبریٰ سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کر لیں، جسکے نتیجے میں انسان کی عاقبت درست ہو جائیگی اور وہ قیامت کے دن عذاب الہی سے بچ جائے گا۔ ورنہ اپنے رب سے بغاوت اور سر تابی کے باعث اسکا انجام برا ہو گا۔ یہ ہے اسلام یک عقلی اور سائنٹفک دعوت جو مدلل اور حکیمانہ و ناصحانہ انداز میں مذکور ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کی دعوت اور اسکی تعلیمات دور و حشت کی یادگار نہیں بلکہ موجودہ علمی و عقلی دور کی ایک ضرورت ہے۔ اور اس حقیقت افروز دعوت کا انکار انتہائی بد نصیبی کی علامت ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ وہ ضد و ہٹ دھرمی کا راستہ ترک کر کے اس غیبی آواز پر کان دھرے اور اپنی عاقبت کی فکر کرے۔ ((جاری ہے))